سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۳۷

رہبرِ کامل

سرکارِ ولایت حضرت علی علیہ السلام
کی پاکیزہ زندگی کا پُر مغز تعارف

از قلم معجز رقم

سرکار سید العلماء علامہ سید علی نقی النقوی صاحب قبلہ
مجتہد العصر

قیمت ۲ آنے

امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور

کا سینتیسواں تبلیغی رسالہ رہبرِ کامل کا دوسرا ایڈیشن آپکے ہاتھوں میں ہے۔ امامیہ مشن کے رسائل کی بے پناہ مقبولیت ہمارے لیے باعثِ صد فخر و انبساط ہے۔

امامیہ مشن لکھنؤ نے چودہ معصومین کی مختصر سوانح حیات شائع فرما کر قوم کی اہم ترین ضرورت پورا کرتے ہوئے اپنی بیدار مغزی اور روشن دماغی کا ثبوت دیا ہے۔ اختصار اتنا کہ ۱۶ صفحات کے ایک جزء میں پوری سوانحعمری سما جائے۔ اور جامعیت کا یہ عالم کہ ضروری واقعات کے دریا کو سمیٹ کر کوزہ میں سمو دیا ہے اس اجمال کی تفصیل سے مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے ان معصومین کی ذواتِ مقدسہ کی اہمیت یہ کہ ہر ذی شعور ابنِ آدم پر انکی محبت واجب کر دی گئی ہے مگر انکے حالات پر مبسوط کتب کا حصول مشکل اور پھر پڑھنے کے لیے زندگی کی مصروفیات حائل اور انکی ولادت اور شہادت کے دن حالات کے سننے کا اشتیاق بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے آسان زبان میں حالات پر مشتمل لٹریچر کی کمی ان تمام مشکلات کا حل سرکار سید العلماء مدظلہ العالی نے اس خوبی سے کر دیا ہے جس کیلئے قوم کما حقہ انکے بارِ احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ اس قلیل القیمت اور کثیر المنفعت سلسلہ اشاعت سوانح حیات کا عظیم ترین فائدہ یہ ہے کہ ناواقف حضرات تک پہنچانے کیلئے مجالس و محافل میلاد میں انکو بطور تبرک تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اور جو حضرات کسی وجہ سے مجلس و محفل میں شرکت نہ کر سکتے ہوں وہ اپنے اہل و عیال اعزہ و متوسلین کو اپنے گھر میں جمع کر کے اس مختصر رسالہ کو پڑھکر مستفید و مثاب ہو سکتے ہیں۔ ابنائے ملت سے اپیل ہے کہ ان رسائل کو نہ صرف بچوں کی واقفیت کیلئے ہر گھر میں رکھیں بلکہ توسیع اشاعت کیلئے مشن سے رعایتی قیمت پر منگوا کر اپنے حلقہ میں مفت تقسیم کا اہتمام فرمائیں۔ سو رسالوں کی خریداری پر ۲۵ فی صدی رعایت دی جائیگی

جنرل سیکرٹری امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور

جون ۵۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسان ایک سچے راستہ بتلانے والے کی تلاش میں ہر وقت لگا ہوا ہے۔ یہ پیاس اس کو ہر چمکتے ہوئے بالو کے تختے کی طرف دوڑاتی ہے وہ پانی سمجھ کر لپک جاتا ہے۔ مگر بعد میں دھوکا ہوتا ہے ضرورت ہے ایک ایسے بے مثل انسان کی جس کی ساری زندگی میں کتنی ہی گہری نگاہ سے چھان بین کی جائے اسکی بلندی میں کوئی کمی کیسی ترقی ہی پیدا ہوتی چلی جائے۔ پھر یہ کہ وہ انسانوں کے ایک گروہ یا کسی ایک جگہ کے رہنے والوں ہی کے لیے مثال نہ ہو بلکہ دنیا کا ہر آدمی اس کی زندگی کو اپنے لیے نمونہ سمجھے۔ عام طور پر بڑے بڑے انسانوں کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو محدود نظر آتے ہیں، مثال کے طور پر نوشیرواں عادل ایک انصاف پرور بادشاہ کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ مگر وہ سلاطین ہی کے لیے نمونہ ہے رعایا کو کس طرح مل جل کر صلح و آشتی کے ساتھ رہنا چاہیئے۔ یہ سبق نوشیرواں کی سیرت سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ حاتم کا نام سخاوت میں مشہور ہے مگر وقت آنے پر قوم اور ملت کیلئے لڑائی کس طرح لڑی جاسکتی ہے اسے حاتم کی زندگی میں تلاش کرنا بے کار ہے بڑے بڑے بہادروں کا نام دلاوری میں سامنے آتا ہے مگر وقت پڑنے پر مظالم کس طرح سہے جاسکتے ہیں۔ ان کی زندگی اس کو نہیں بتاسکتی یہ ہوسکتا ہے کہ ہر ہر صفت کی مثال کے لیے ایک ایک آدمی کا نام پیش کر دیا جائے مگر ان کا مجموعہ بھی یہ نہ بتا سکے گا کہ ان صفتوں کا ایک ساتھ استعمال کیونکر ہوسکتا ہے اور ان کا میل جول اس طریقے پر کہ پورے طور سے ہر ایک کی مناسب حد اور موقع استعمال معلوم ہوسکے، کیونکر ہوسکتا ہے اس کے لیے تو ایک

ایسا ہی راہ نما درکار ہے جو ایک اکیلا ان تمام انسانی اوصاف کا مجموعہ ہو جس نے زندگی کی ہر منزل میں قدم رکھا ہو اور ہر راستے میں اپنے قدم کے نشان چھوڑے ہوں۔ تاریخ عالم میں ڈھونڈنے پر ایسی ہستی اگر ہمیں نظر آتی ہے تو وہ صرف علی ابن ابی طالبؑ کی ذات ہے ضرورت ہے کہ دنیا آپ کی زندگی کے ہر ہر رُخ سے واقف ہو اور اس میں اپنی راہنمائی کے پہلو تلاش کرے۔ اسی نقطۂ نظر سے یہ مختصر رسالہ پیش کیا جا رہا ہے۔ یقیناً یہ چند صفحے اس اتھاہ سمندر کے ایک قطرے کے برابر بھی نہیں ہیں۔ مگر اسے ایک خاکہ سمجھنا چاہیئے جس کے اندازہ پر ایک بڑی سے بڑی کتاب بھی تیار کی جا سکتی ہے۔

نسب

حضرت علیؑ آلِ ابراہیمؑ میں قریش کی نسل سے بنی ہاشم کے ممتاز گھرانے میں عبد المطلبؑ کے فرزند ابو طالبؑ کے چشم و چراغ تھے آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بھی ہاشم کے خاندان کی معززہ خاتون تھیں۔ صرف ایک واسطے سے آپ کا نسب حضرت پیغمبرِ خدا محمد مصطفےٰؐ سے مل جاتا ہے۔ وہ محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلبؑ اور یہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ابن عبد المطلبؑ۔ آپ کے والد ابو طالبؑ ہی نے رسول اللہ کی پرورش بھی کی تھی۔

ولادت

پیغمبرِ خدا کی عمر تیس برس کی تھی جب خانہ کعبہ سے مقدس مقام پر ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل میں علیؑ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد ابو طالبؑ اور ماں فاطمہ بنت اسد کو جو خوشی ہونا چاہیئے تھی وہ تو ہوئی ہی مگر سب سے زیادہ رسول اللہؐ اس بچے کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ شاید بچے کے خدّ و خال سے اسی وقت یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ آئندہ چل کر رسولؐ کا قوتِ بازو

اور دستِ راست ثابت ہوگا۔

تربیت

حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ علیؑ کی پرورش براہِ راست حضرت محمد مصطفےٰ ؐ کے ذمہ ہوئی آپ نے انتہائی محبت اور توجہ سے اپنا پورا وقت اس چھوٹے بھائی کی علمی اور اخلاقی تربیت میں صرف کیا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ علیؑ دس برس کے سن میں ایسے تھے کہ پیغمبرؐ کے دعوئ رسالت کرنے پر ان کے سب سے پہلے پیرو بلکہ ان کے دعوے کے گواہ قرار پائیں۔

بعثت

علیؑ کا دس برس کا سن تھا جب حضرت محمد مصطفےٰ ؐ عملی طور پر پیغامِ الٰہی کے پہنچانے پر مامور ہوئے۔ اسی کو بعثت کہتے ہیں۔

زمانہ، ماحول، شہر، اپنی قوم اور خاندان سب کے خلاف ایک ایسی مہم شروع کی جارہی تھی جس میں رسولؐ کا ساتھ دینے والا کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا۔ سوائے اسی دس برس کے بچے کے جسے پیغمبرؐ نے اسی دن کے لیے پہلے سے تیار کیا تھا پیغمبرؐ نے رسالت کا دعویٰ کیا اور علیؑ نے سب سے پہلے اس کی تصدیق کا اعلان کیا۔

دورِ ابتلاء

پیغمبرؐ کا دعوئ رسالت کرنا تھا کہ ہر ذرہ ذرہ رسولؐ کا دشمن نظر آنے لگا۔ وہی لوگ جو کل تک آپ کی سچائی اور امانداری کا دم بھرتے رہے تھے آج آپ کو جھوٹا، دیوانہ، جادوگر اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگے۔ راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے، پتھر مارے جاتے اور سر پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا۔ اس سخت وقت میں رسولؐ کا ہر مصیبت میں شریک صرف ایک بچہ تھا، وہی علیؑ جس نے بھائی کا ساتھ دینے میں کبھی ہمت نہ ہاری، برابر محبت و وفاداری کا دم بھرتے رہے ہر ہر بات میں رسولؐ کے سینہ سپر رہے یہاں تک کہ وہ وقت بھی آیا جب

مخالف گروہ نے انتہائی سختی کے ساتھ یہ طے کر لیا کہ پیغمبرؐ کا اور ان کے تمام گھرانے والوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ حالات اتنے خراب تھے کہ جانوں کے لالے پڑ گئے تھے۔ ابوطالبؑ نے تمام اپنے ساتھیوں کو حضرت محمد مصطفےٰ ؐسمیت ایک پہاڑ کے دامن میں محفوظ قلعہ میں بند کر دیا۔ تین برس تک اس قید و بند کی زندگی بسر کرنا پڑی اس میں ہر شب یہ اندیشہ تھا کہ کہیں دشمن شب خون نہ مارے اس لیے ابوطالبؑ نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ رات بھر رسولؐ کو ایک بستر پہ نہیں رہنے دیتے تھے بلکہ کبھی جعفرؑ کو رسولؐ کے بستر پہ اور رسولؐ کو جعفر کے بستر پر لٹا دیتے تھے۔ کبھی عقیلؑ کو اور اسی طرح کبھی علیؑ کو رسولؐ کے بستر پہ لٹاتے تھے اور رسولؐ کو علیؑ کے بستر پہ مطلب یہ تھا کہ اگر دشمن رسولؐ کے بستر کا پتہ لگا کر حملہ کرنا چاہے تو میرا جو بھی بیٹا چاہے قتل ہو جائے مگر رسولؐ کا بال بیکا نہ ہو۔ اس طرح علیؑ بچپنے ہی سے فداکاری اور جان نثاری کے سبق کو عملی طور پہ دہراتے رہے۔

ہجرت

اس کے بعد وہ وقت آیا کہ ابوطالبؑ کی وفات ہو گئی اور اس جان نثار چچا کی وفات سے پیغمبرؐ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ کے مخالفوں کی ہمت بڑھ گئی آخر ان سب نے ایکا کیا کہ ایک رات جمع ہو کر پیغمبرؐ کے گھر کو گھیر لیں اور حضرتؐ کو شہید کر ڈالیں۔ حضرتؐ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ تو آپؐ نے اپنے اسی جان نثار بھائی علیؑ کو بلا کر اس واقعہ سے اطلاع دی اور فرمایا کہ میری جان کی رکھوالی یوں ہو سکتی ہے کہ تم آج کی رات میرے بستر پہ میری چادر اوڑھ کر سو رہو اور میں چھپ کر مکہ سے روانہ ہو جاؤں، کوئی دوسرا ہوتا تو یہ پیغام سنتے ہی اس کا دل ہل جاتا، مگر علیؑ نے یہ سن کر کہ میرے ذریعہ سے رسولؐ کی جان کی حفاظت ہو گی، خدا کا شکر ادا کیا

اور بہت خوش ہوئے کہ مجھے رسولؐ کا فدیہ قرار دیا جا رہا ہے۔ یہی ہوا کہ رسالت مآبؐ شب کے وقت مکہ معظمہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور علیؑ ابن ابی طالبؑ رسولؐ کے بستر پر سوئے۔ چاروں طرف خون کے پیاسے دشمن تلواریں کھینچے نیزے لیے ہوئے مکان کو گھیرے ہوئے تھے۔ بس اس بات کی دیر تھی کہ ذرا صبح ہو، اور سب کے سب گھر میں گھس کر رسالت مآبؐ کو شہید کر ڈالیں۔ علیؑ اطمینان کے ساتھ بستر پر آرام کرتے رہے اور ذرا بھی اپنی جان کا خیال نہ کیا۔ دشمنوں کو صبح کے وقت یہ معلوم ہوا کہ محمدؐ نہ تھے، علیؑ تھے۔ انھوں نے آپ پر یہ دباؤ ڈالنا چاہا کہ آپ بتلادیں کہ رسولؐ کہاں گئے ہیں؟ مگر علیؑ نے بڑے بہادرانہ تیوروں سے یہ بتلانے سے قطعی انکار کر دیا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ حضرت رسول اللہؐ مکہ سے کافی دور تک بغیر کسی گھبراہٹ اور رکاوٹ کے تشریف لے جا سکے۔ علیؑ تین روز تک مکہ میں رہے جن جن کی امانتیں رسول اللہؐ کے پاس تھیں، ان تک ان کی امانتوں کو پہنچا کر رسولؐ کے گھر کی عورتوں کو اپنے ساتھ لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، کئی روز تک آپ رات دن پیدل چل کر اس طرح کہ پیروں سے تمام خون بہہ رہا تھا۔ مدینہ میں رسولؐ کے پاس پہنچے۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علیؑ پر رسولؐ کو سب سے زیادہ اعتماد تھا۔ جس وفاداری، ہمت اور دلیری سے علیؑ نے اس ذمہ داری کو پورا کیا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔

شادی رسولؐ نے مدینے میں آکر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہراؑ کا عقد علیؑ کے ساتھ کر دیا۔ رسولؐ اپنی بیٹی کو انتہائی عزیز رکھتے تھے، اور عزت اتنی کرتے تھے کہ جب فاطمہ زہراؑ آتی تھیں تو رسولؐ تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے ہر شخص اس بات کا طلبگار تھا کہ رسولؐ کی اس معزز بیٹی کے ساتھ منسوب ہونیکا

شرف اسے حاصل ہو۔ دو ایک نے ہمت بھی کی کہ وہ رسولؐ کو پیغام دیں مگر حضرتؐ نے سب کی خواہشوں کو رد کر دیا۔ اور یہ کہا کہ فاطمہؑ کی شادی بغیر حکم خدا کے نہیں ہو سکتی ہجرت کا پہلا سال تھا جب رسولؐ نے علیؑ کو اس عزت کیلئے منتخب کیا۔ یہ شادی نہایت سادگی کے ساتھ انجام دی گئی۔ شہنشاہ دین و دنیا حضرت پیغمبر خداؐ کی بیٹی اور اسکو پیغمبرؐ کی طرف سے جہیز بھی نہیں دیا گیا۔ خود فاطمہؑ کا مہر تھا جو علیؑ سے لے کر کچھ سامان خانہ داری فاطمہؑ کے لیے خرید کر ساتھ کر دیا گیا۔ وہ بھی کیا؟ مٹی کے کچھ برتن، خرمے کی چھال کے تکیے، چمڑے کا بستر اور چرخہ، چکی اور پانی بھرنے کی مشک، اس طرح کا سامان دیا گیا۔ علیؑ نے مہر ادا کرنے کے لیے اپنی زرہ فروخت کی اور اس سے فاطمہ زہرا کا مہر ادا کیا جو ایک سو سات روپیہ کی تعداد سے زیادہ نہ تھا اس طرح مسلمانوں کے واسطے ہمیشہ کے لیے ایک مثال قائم کر دی گئی کہ وہ اپنے تقریبات کے سلسلہ میں فضول خرچی سے کام نہ لیں۔

خانہ داری

فاطمہؑ اور علیؑ کی زندگی گھریلو زندگی کا ایک بےمثال نمونہ تھی۔ مرد اور عورت آپس میں کس طرح ایک دوسرے کے شریک حیات ثابت ہو سکتے ہیں آپس میں کس طرح تقسیم عمل ہونا چاہیئے۔ اور کیونکر دونوں کی زندگی ایک دوسرے کیلئے مددگار ہو سکتی ہے وہ گھر دنیا کی آرائشوں سے دور، راحت طلبی اور تن آسانی سے بالکل علیحدہ تھا۔ محنت اور مشقت کے ساتھ ساتھ دلی اطمینان اور آپس کی محبت و اعتماد کے لحاظ سے ایک جنت بنا ہوا تھا۔ جہاں علیؑ صبح سے کو مشکیزہ لے کر جاتے تھے اور یہودیوں کے باغ میں پانی دیتے تھے اور جو کچھ مزدوری ملتی تھی اسے لے کر گھر پہ آتے تھے۔ بازار سے جو خرید کر فاطمہؑ کو دیتے تھے اور

فاطمہ چکی پیستی، کھانا پکاتی، اور گھر میں جھاڑو دیتی تھیں۔ فرصت کے اوقات میں چرخہ چلاتی تھیں اور خود اپنے اور اپنے گھر والوں کے لباس کیلئے اور کبھی مزدوری کے طور پر سوت کاتتی تھیں اور اس طرح گھر میں رہ کر زندگی کی مہم میں اپنے شوہر کا ہاتھ بٹاتی تھیں

مکہ میں آکر پیغمبرؐ کو مخالف گروہ نے آرام سے بیٹھنے نہ دیا۔ آپ کے وہ پیرو

جہاد جو مکہ میں تھے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دی جانے لگیں۔ بعض کو قتل کیا بعض کو قید کیا اور بعض کو زدوکوب کیا اور تکلیفیں پہنچائیں۔ یہی نہیں بلکہ اسلحہ اور فوج جمع کر کے خود رسولؐ کے خلاف مدینہ پر چڑھائی کر دی اس موقع پر رسولؐ کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مدینہ والوں کے گھروں کی حفاظت کرتے جنہوں نے کہ آپکو انتہائی ناگوار حالات میں پناہ دی تھی اور آپ کی نصرت و امداد کا وعدہ کیا تھا۔

آپ نے یہ کسی طرح پسند نہ کیا۔ کہ آپ شہر کے اندر گھر کر مقابلہ کریں اور دشمن کو یہ موقع دیں کہ وہ مدینہ کی پُرامن آبادی کو اور عورتوں اور بچوں کو بھی پریشان کر سکے، گو آپ کے ساتھ تعداد بہت کم تھی صرف تین سو تیرہ آدمی تھے ہتھیار بھی نہ تھے مگر آپ نے یہ طے کر لیا کہ آپ باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ پہلی لڑائی اسلام کی ہوئی جو جنگِ بدر کے نام سے مشہور ہے۔ اس لڑائی میں رسولؐ نے زیادہ اپنے عزیزوں کو خطرے میں ڈالا چنانچہ آپ کے چچا زاد بھائی عبیدہ ابن حارث ابن عبد المطلب اس جنگ میں شہید ہوئے۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ کو جنگ کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ ۲۵ برس کی عمر تھی۔ مگر جنگ کی فتح کا سہرا علیؑ کے سر رہا۔ جتنے مشرکین قتل ہوئے تھے، ان میں سے آدھے صرف علیؑ کے ہاتھ کے مقتول تھے اور آدھے تمام مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اس

کے بعد احد، خندق، خیبر اور آخر میں حنین ۔ یہ وہ بڑی لڑائیاں ہیں جن میں علیؑ نے رسولؐ کے ساتھ رہ کر اپنی بے نظیر بہادری کے جوہر دکھلائے ۔ تقریباً ان تمام لڑائیوں میں علیؑ کو علمداری کا عہدہ بھی حاصل رہا ۔ اس کے علاوہ بہت سی لڑائیاں ایسی تھیں جن میں رسولؐ نے علیؑ کو تنہا بھیجا اور انہوں نے اکیلے ہی فتح بھی حاصل کی ۔ ان تمام لڑائیوں میں حضرت علیؑ نے بڑی بہادری اور ثابت قدمی دکھائی اور انتہائی استقلال، تحمل اور شرافت سے کام لیا ۔ جس کا اقرار خود ان کے دشمن بھی کرتے تھے ۔ خندق کی لڑائی میں دشمن کے سب سے بڑے سپاہی عمر ابن عبدود کو جب آپ نے مغلوب کر لیا اور اس کا سر کاٹنے کے لیے اس کے سینے پر بیٹھے تو اس نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا ۔ آپ کو غصہ آ گیا اور آپ اس کے سینے پر سے اُتر آئے ۔ صرف اس خیال سے کہ اگر غصے میں اس کو قتل کیا تو یہ فعل محض خدا کی راہ پر نہ ہوگا ۔ بلکہ اپنی خواہشِ نفس کے مطابق ہوگا ۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے اس کو قتل کیا ۔ اس زمانے میں دشمن کو ذلیل کرنے کیلئے اس کی لاش کو برہنہ کر دیتے تھے ۔ مگر حضرت علیؑ نے اس کی زرہ نہیں اتاری اگرچہ وہ بہت قیمتی تھی چنانچہ اس کی بہن جب اپنے بھائی کی لاش پر آئی تو اس نے کہا کہ کسی اور نے میرے بھائی کو قتل کیا ہوتا تو میں عمر بھر روتی ، مگر مجھے یہ دیکھ کر صبر آ گیا کہ اس کا قاتل علیؑ کا سا شریف انسان ہے جس نے اپنے دشمن کی لاش کی توہین گوارا نہیں کی ۔ آپ نے کبھی دشمن کی عورتوں یا بچوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور کبھی مالِ غنیمت کی طرف رخ نہیں کیا ۔

خدمات ۔ علاوہ جہاد کے اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے لیے کسی کام کے

کرنے میں آپ کو انکار نہ تھا۔ یہ کام مختلف طرح کے تھے، رسولؐ کی طرف سے عہد ناموں کا لکھنا خطوط تحریر کرنا آپ کے ذمہ تھا۔ قرآن کی آیتیں جو اترتی تھیں ان کا لکھنا بھی اکثر آپ کے ذمہ ہوتا تھا اور لکھے ہوئے اجزائے قرآن کے امانت دار بھی آپ تھے۔ اس کے علاوہ یمن کی جانب تبلیغ اسلام کیلئے پیغمبرؐ نے آپ کو روانہ کیا جس میں آپ کی کامیاب تبلیغ کا اثر یہ تھا کہ سارا یمن مسلمان ہو گیا۔ جب سورۂ برأت نازل ہوئی تو اس کی تبلیغ کے لیے بحکم خدا آپ ہی مقرر ہوئے۔ اور آپ نے جا کر مشرکین کو سورۂ برأت کی آیتیں سنائیں اسکے علاوہ رسالت مآبؐ کی ہر خدمت انجام دینے پر تیار رہتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ بھی دیکھا گیا کہ رسولؐ کی جوتیاں اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں علیؑ اسے اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے۔

اعزاز
حضرت علیؑ کی خدمتوں کی بنا پر رسولؐ ان کی بہت عزت کرتے تھے اور اپنے قول اور فعل سے ان کی خوبیوں کو ظاہر کرتے رہتے تھے اور کبھی یہ کہتے تھے کہ "علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں" کبھی یہ کہا کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے"۔ کبھی یہ کہ "تم سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا علیؑ ہے"، کبھی یہ کہ "علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی" کبھی یہ کہ "علیؑ مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہیں جو روح کو جسم سے یا سر کو بدن سے ہوتا ہے"، کبھی یہ کہ "وہ خدا و رسولؐ کے سب سے زیادہ محبوب ہیں" یہاں تک کہ مباہلہ کے واقعہ میں علیؑ کو نفس رسولؐ کا خطاب ملا۔ عملی اعزاز یہ تھے کہ مسجد میں سب کے دروازے بند ہوئے تو علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا گیا جب مہاجرین و

انصار میں بھائی چارہ کیا گیا تو علیؑ کو پیغمبر نے اپنا دنیا و آخرت کا بھائی قرار دیا اور سب سے آخر میں غدیر خم کے میدان میں ہزاروں مسلمانوں کے مجمع میں علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے یہ اعلان فرمایا کہ جس طرح میں مسلمانوں کا سرپرست اور حاکم ہوں اسی طرح علیؑ اب سے سرپرست اور حاکم ہیں۔ یہ اتنا بڑا اعزاز تھا کہ تمام مسلمانوں نے علیؑ کو مبارکبادیں دیں اور سب نے یہ سمجھا کہ پیغمبرؐ نے علیؑ کی ولیعہدی اور جانشینی کا اعلان کر دیا ہے۔

رسولؐ کی وفات ہجرت کو دس برس پورے ہوئے تھے جب پیغمبر خداؐ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جو مرض الموت ثابت ہوئی یہ خاندان رسولؐ کے لیے ایک قیامت خیز مصیبت کا وقت تھا۔ علیؑ رسولؐ کی بیماری میں برابر پاس موجود رہتے۔ اور تیمارداری میں مصروف رہتے تھے اور رسولؐ بھی علیؑ کا اپنے پاس سے ہٹنا ایک لمحہ کے لیے گوارا نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا جب رسولؐ عالم احتضار میں تھے۔ آپ نے علیؑ کو اپنے پاس بلایا اور سینے سے لگا کے بہت دیر تک آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے اور ضروری وصیتیں فرمائیں۔ اس گفتگو کے بعد بھی علیؑ کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیا اور ان کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا۔ جس وقت رسولؐ کی روح جسم سے جدا ہوئی ہے اس وقت بھی علیؑ کا ہاتھ رسولؐ کے سینے پر رکھا ہوا تھا۔

بعد رسولؐ جس نے زندگی بھر پیغمبرؐ کا ساتھ دیا وہ بعد رسولؐ آپ کی لاش کو کس طرح چھوڑتا۔ چنانچہ رسولؐ کی تجہیز و تکفین اور غسل و کفن علیؑ ہی کے ہاتھوں ہوا اور قبر میں بھی آپ ہی نے رسولؐ کو اتارا، رسولؐ کے دفن

سے فرصت ہونے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اتنی دیر میں پیغمبر کی جانشینی کا انتظام ہو گیا ہے۔ اگر کوئی دوسرا انسان ہوتا، تو جنگ آزمائی پہ تیار ہو جاتا۔ مگر علیؑ کو اسلامی مفاد اتنا عزیز تھا کہ آپ نے اپنے حقوق کے اعلان کے باوجود اپنی طرف سے مسلمانوں میں خانہ جنگی پیدا نہیں ہونے دی۔ نہ صرف یہ کہ آپ نے معرکہ آرائی نہیں چاہی بلکہ جس وقت ضرورت پڑی اس وقت اسلامی مفاد کی خاطر آپ نے امداد دینے سے دریغ بھی نہیں کی، مشکل مسائل کا فیصلہ ضروری مشورہ لیے جانے پر اپنی مفید رائے کے اظہار سے کبھی پہلو تہیں بچایا اس کے علاوہ بطور خود خاموشی کے ساتھ اسلام کی روحانی اور علمی خدمت میں مصروف رہے قرآن کو ترتیب نزول کے مطابق ناسخ و منسوخ اور محکم اور متشابہ کی تشریح کے ساتھ مرتب کیا۔ مسلمانوں کے علمی طبقے میں تصنیف و تالیف کا اور علمی تحقیق کا ذوق پیدا کیا اور خود بھی تفسیر اور کلام اور فقہ و احکام کے بارے میں ایک مفید علمی ذخیرہ فراہم کیا۔ بہت سے ایسے شاگرد تیار کیے جو مسلمانوں کی آئندہ علمی زندگی کے لیے معماری کا کام انجام دے سکیں۔ زبان عربی کی حفاظت کے لیے علم نحو کی داغ بیل ڈالی اور فن صرف اور معانی بیان کرنے کے اصول کو بھی بیان کیا۔ اس طرح یہ سبق دیا کہ اگر ہوائے زمانہ مخالف بھی ہو اور اقتدار نہ بھی تسلیم کیا جائے تو انسان کو گوشہ نشینی اور کس مپرسی میں بھی اپنے فرائض کو فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ ذاتی اعزاز اور منصب کی خاطر مفادِ ملی کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اور جہاں تک ممکن ہو انسان اپنی ملت قوم اور مذہب کی خدمت ہر حال میں کرتا رہے۔

خلافت سنہ ۳۵ھ

پچیس برس تک رسولؐ کے بعد علیؑ نے خانہ نشینی میں بسر کی
میں مسلمانوں نے خلافتِ اسلامی کا منصب علیؑ کے سامنے پیش
کیا۔ آپ نے پہلے انکار کیا۔ لیکن جب مسلمانوں کا اصرار حد سے زیادہ
بڑھا تو آپ نے اس شرط سے منظور کیا۔ کہ میں بالکل قرآن اور سنت پیغمبر
کے مطابق حکومت کروں گا۔ اور کسی رورعایت سے کام نہ لوں گا۔ مسلمانوں
نے اس شرط کو منظور کیا۔ اور آپ نے خلافت کی ذمہ داری
قبول کی۔ مگر زمانہ آپ کی خالص مذہبی سلطنت کو برداشت
نہ کر سکا۔ آپ کے خلاف بنی امیہ اور بہت سے وہ
لوگ کھڑے ہو گئے، جنہیں آپ کی مذہبی حکومت میں اپنے
اقتدار کے زائل ہونے کا خطرہ تھا۔ آپ نے ان سب سے مقابلہ
کرنا اپنا فرض سمجھا اور جمل اور صفین اور نہروان کی خونریز لڑائیاں
ہوئیں۔ جن میں علیؑ ابن ابی طالبؑ نے اسی شجاعت اور بہادری سے
جنگ کی جو بدر و احد، خندق و خیبر میں کسی وقت دیکھی جا چکی
تھی اور زمانہ کو یاد تھی۔ ان لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے آپ کو
موقع نہیں مل سکا۔ کہ آپ کا جیسا دل چاہتا تھا اسی طرح اصلاح
فرمائیں۔ پھر بھی آپ نے اس مختصر مدت میں اسلام کی سادہ زندگی
مساوات اور نیک کمائی کے لیے محنت و مزدوری کی تعلیم کے
نقش تازہ کر دیے۔ آپ شہنشاہِ اسلام ہونے کے باوجود کھجوروں
کی دکان پر بیٹھنا اور اپنے ہاتھ سے کھجوریں بیچنا برا نہیں سمجھتے تھے

پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، غریبوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھا لیتے تھے۔ جو روپیہ بیت المال میں آتا تھا اسے تمام مستحقین پر برابر سے تقسیم کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے سگے بھائی عقیلؑ نے یہ چاہا کہ انھیں دوسرے مسلمانوں سے زیادہ مل جائے، مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ "اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو خیر یہ بھی ہو سکتا تھا مگر یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے، مجھے حق نہیں ہے کہ میں اس میں سے کسی اپنے عزیز کو دوسروں سے زیادہ دوں" انتہا ہے کہ اگر کبھی بیت المال میں شب کے وقت بیٹھے ہوئے اور حساب و کتاب میں مصروف ہوئے اور کوئی ملاقات کے لیے آکر غیر متعلق باتیں کرنے لگا تو آپ نے چراغ بڑھا دیا کہ بیت المال کے چراغ کو میرے ذاتی کام میں صرف نہ ہونا چاہیئے۔ آپ کی کوشش یہ رہتی تھی کہ جو کچھ بیت المال میں آئے وہ جلد سے جلد حقداروں تک پہنچ جائے۔ آپ اسلامی خزانے میں مال کا جمع رکھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

شہادت

افسوس ہے کہ یہ امن، مساوات اور اسلامی تمدن کا علمبردار دنیا طلب لوگوں کی عداوت سے نہ بچا اور ۱۸ ماہ رمضان ۴۰ھ کو صبح کے وقت خدا کے گھر یعنی مسجد میں عین حالت نماز میں ایک زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے زخمی کیا گیا۔ آپ کے رحم و کرم اور مساوات پسندی کی انتہا یہ تھی کہ جب آپ کے قاتل کو گرفتار کر کے آپ کے سامنے لائے اور آپ نے دیکھا کہ اس کا چہرہ زرد اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، تو آپ کو اس پر رحم آگیا اور اپنے دونوں فرزندوں امام حسنؑ و امام حسینؑ

کو ہدایت فرمائی کہ یہ تمہارا قیدی ہے اس کے ساتھ کوئی سختی نہ کرنا جو کچھ خود کھانا وہ اسے کھلانا، اگر میں اچھا ہو گیا تو مجھے اختیار رہے میں چاہونگا تو سزا دونگا اور چاہونگا تو معاف کر دونگا۔ اور اگر میں دنیا میں نہ رہا اور تم نے اس سے انتقام لینا چاہا تو اسے ایک ہی ضربت لگانا کیونکہ اس نے مجھے ایک ہی ضربت لگائی ہے۔ اور ہرگز اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ قطع نہ کیے جائیں اس لیے کہ یہ تعلیمِ اسلام کے خلاف ہے۔ دو روز تک علیؑ بستر بیماری پر انتہائی کرب اور تکلیف کے ساتھ رہے۔ آخر زہر کا اثر جسم میں پھیل گیا اور ۲۱ ماہِ رمضان کو صبح کے وقت آپ کی وفات ہوئی۔ حسنؑ و حسینؑ نے تجہیز و تکفین کی اور پشتِ کوفہ پر نجف کی سرزمین میں وہ انسانیت کا تاجدار ہمیشہ کے لیے آرام کی نیند سونے کے واسطے دفن ہو گیا۔ (علی نقی النقوی)

دریائے ہل اتیٰ کے ہیں گوہر علیؑ ولی — اور خانہ زادِ خالقِ اکبر علیؑ ولی

شہرِ علوم کے دُرِ انور علیؑ ولی — بعد از نبیؐ ہیں اعلیٰ و برتر علیؑ ولی

مختارِ کُل ہیں شافعِ روزِ جزا بھی ہیں

رہبر بھی ہیں امام بھی ہیں پیشوا بھی ہیں

کوئی مثالِ حضرتِ حیدرؑ دکھا تو دو — ایسا بہادر ایسا دلاور دکھا تو دو

ایسا کوئی وصیِ پیمبرؐ دکھا تو دو — اے نورِ، نور نور کا پیکر دکھا تو دو

تم ڈھونڈتے ہو جسکو وہ منزل یہی تو ہے

دُنیا و دیں کا رہبرِ کامل یہی تو ہے